اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا کے حقوق اور ذمہ داریاں

سید حیدر شاہ*

ABSTRACT:

Islam has bestowed all sort of basic human rights of its non-muslim subjects. They are provided religious rights. The non-muslim subjects are free to repair their worship places and to perform all their religious practices according to their own religion. They are free to celebrate their religious festivals in their own localities. They are even allowed to purchase and sell pork, and wine which are forbidden for the Muslims. It is the duty of Islamic state to protect their lives, honour and property. If anyone perpetrates offence against them, he is liable to be punished. In judicial matters, it is essential, that they are given impartial justice. In civil suits, they are treated according to their own personal laws.

The non-muslim subjects have been given the rights to own property. They are free to opt for any kind of profession. It is the duty of Islamic state to look after the poor and needy subjects of the state irrespective of their belief and creed. From non-muslim subjects, the Islamic state demands the fulfillment of three main conditions: they should not indulge in any conspiracy against the state; they should remain loyal to the state; and should live peacefully.

اسلام کی نظر میں شرک سب سے بڑا گناہ اور جرائم میں سب سے بڑا جرم ہے مگر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کے لیے کوئی سزا تجویز نہیں کی اور نہ ہی کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی اجازت دی ہے۔ بلکہ مشرکین کو زندہ رہنے اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور استفادے کا حق حاصل ہے۔اس کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

كُلًّا نُّمِدُّ هَـٰٓؤُلَآءِ وَهَـٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ٥ (بنی اسرائیل:۲۰)

''آپ کے رب کی عطا میں سے تو ہم ان کی بھی مدد کرتے ہیں اور ان کی بھی اور آپ کے رب کی عطا (دنیوی کسی پر بھی) بند نہیں''۔

اسلامی شریعت میں غیر مسلم رعایا کو نہ صرف زندگی کا حق حاصل ہوتا ہے بلکہ حقوق و فرائض کے حوالے سے انہیں مسلم عوام کے مساوی درجہ میں رکھا گیا ہے۔اس کے متعلق اشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''فان قبلوا عقد الذمة فاعلم ان لهم ما للمسلمين و عليهم ما على المسلمين(۱)

''اگر انہوں نے عقد ذمہ قبول کر لیا تو ان کے لیے وہ کچھ ہے جو مسلمانوں کے لیے ہے اور ان

* ڈاکٹر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ برقی پتا: hydershah_uob@yahoo.com

تاریخ موصولہ: ۲۰۱۱/۱۱/۱۵ء

پر وہ کچھ ہے جو مسلمانوں پر ہے۔''

حاصل یہ کہ انہیں تمام بنیادی حقوق کا تحفظ حاصل ہوتا ہے اور اس کے لیے مکمل نظام عمل پایا جاتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے غیر مسلم عوام کی مختلف اقسام ہوتی ہیں، ایک وہ لوگ جو کسی صلح یا معاہدے کے ذریعے اسلامی حکومت کے زیر انتظام آئے ہوں۔ان کے بارے میں اسلامی قانون یہ ہے کہ انہیں وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو ان کے ساتھ معاہدے میں طے ہوئے ہوں، صلح کی شرائط سے تجاوز کی اجازت نہیں ہے۔ دوم وہ مفتوحین ہیں جو جنگ میں شکست کھا کر مطیع ہوئے ہوں، ان کے لیے اسلامی حکومت حسب ضرورت قانون سازی کرتی ہے، ان پر جزیہ بھی اپنی صوابدید سے مقرر کیا جاتا ہے، ان امور میں رہنمائی کے لیے دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے ادوار کی نظائر موجود ہیں۔سوم وہ افراد ہیں جو جنگ اور صلح دونوں کے علاوہ کسی صورت مثلاً تجارت و سفارت وغیرہ کسی غرض سے یہاں مقیم ہوں۔ان کے لیے مستامنین کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اور ان کی نوعیت پہلی دونوں اقسام سے مختلف ہے۔

اسلامی اصطلاح میں غیر مسلم رعایا کے لیے عام طور پر ذمی یا اہل الذمہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ یہ نام انہیں کسی حقارت کے باعث نہیں دیے گئے بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے جان و مال اور عقیدہ و مذہب کی حفاظت اسلامی حکومت کے ذمہ ہو۔''ذمہ عربی زبان میں گارنٹی کو کہتے ہیں اور ذمی وہ شخص ہوتا ہے جس کے تحفظ کا ذمہ اسلامی حکومت نے لیا ہو، اسلامی حکومت یہ ذمہ داری محض اپنی طرف سے یا مسلم رعایا کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لیتی ہے''(۲) ذمیوں کے لیے اسلامی شرع میں جن حقوق کا تعین کیا گیا ہے اسلامی حکومت انہیں پورا کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ غیر مسلم عوام میں پہلی قسم یعنی معاہدین کے حقوق یہ ہیں۔

معاہدہ کی پابندی:

اس بارے میں قانون یہ ہے کہ ان کے ساتھ کیے گیے معاہدوں کی پاسداری ضروری ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلکم تقاتلون قوماً فتظھرون علیھم فیتقونکم باموالھم دون انفسھم وابنائھم قال سعید فی حدیثہ فیصالحونکم علی الصلح ثم اتفق فلا تصیبوا امنھم شیئاً فوق ذٰلک فانہ لا یصلح لکم،(۳)

''اگر تم کسی قوم سے لڑو اور اس پر غالب آجاؤ اور وہ قوم اپنی و اولاد کی جان بچانے کے لیے تم کو خراج دینا منظور کرے، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو تم سے صلح نامہ طے کرے تو بعد میں اس قوم پر مقررہ رقم سے زائد کچھ نہ لینا۔ کیونکہ وہ تمہارے لیے ناجائز ہوگا''۔

دوسرا ارشاد ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا من ظلم معاھداً او انتقصہ او کلفہ فوق

طاقته و اخذ منه شیئاًبغیر طیب نفسٍ فانا حجیجه یوم القیامة، (۴)

''خبردار جس نے معاہد پر ظلم کیا یا اسے نقصان پہنچایا یا اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضامندی کے بغیر کچھ لیا تو قیامت کے روز میں اس کے خلاف جھگڑا کروں گا۔''

اس بارے میں ایک اور حدیث ہے:

الا لا تحل اموال المعاهدین الا بحقها،(۵)

''معاہدین کے اموال لینا حلال نہیں مگر حق کے ساتھ''

اسلامی شرع میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ معاہدین کے ساتھ معاملہ شرائط صلح کے مطابق ہوگا، اس میں کس قسم کی کمی وبیشی ہرگز روا نہیں، نہ ان پر خراج بڑھایا جاسکتا ہے نہ ان کی زمینوں پر قبضہ کیا جاسکتا ہے نہ ان کے مذاہب میں مداخلت کی جاسکتی ہے اور نہ ان کی عزت وعصمت پر ہاتھ ڈالا جاسکتا ہے بلکہ معاملہ قطعاً صلح کی شرائط کے مطابق کرنے کا حکم ہے، امام ابو یوسف نے لکھا ہے۔

''**یو خذمنهم ماصو لحوا علیه ویوفی ولا یزداد علیهم**''(۶)

''ان سے وہی لیا جائے گا جس پر ان کے ساتھ مصالحت ہوئی ہے ان کے حق میں صلح کی شرائط پوری کی جائیں گی اور ان شرائط پر کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا۔''

مفتوحین کے حقوق:

غیر مسلم عوام میں دوسری قسم ان مفتوحین کی ہوتی ہے جن کے علاقوں پر مسلمانوں نے فاتحانہ قبضہ کیا ہو، جب یہ لوگ اطاعت گزار ہو جائیں اور سربراہ مملکت ان پر جزیہ لاگو کردے تو ان کے جان ومال، عقیدہ و مذہب اور عزت و عصمت کا تحفظ اسلامی حکومت کے ذمہ ہو جاتی ہے، یہ لوگ ذمی یا اہل الذمہ کہلاتے ہیں، حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

انماقبلوا عقد الذمة لتکون اموالهم کا موالناودمائهم کد مائنا(۷)

''یہ (غیر مسلم لوگ) ذمی بنااس لیے سے قبول کرتے ہیں کہ ان کا مال ہمارے مال کے برابر اور ان کا خون ہمارے خون کے مثل بن جائے۔''

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت ابوعبیدہؓ کو تحریر فرمایا:

''**فاذا اخذت منهم الجزیة فلاشیئی علیهم ولاسبیل**(۸)

''جب تم ان سے جزیہ قبول کرلو تو تمھیں ان پر دست درازی کا کوئی حق نہیں رہتا۔''

یعنی ذمی بن کر جزیہ کی ادائیگی قبول کرنے پر یہ لوگ اسلامی ریاست کی رعایا بن جاتے ہیں اب ان کے حقوق کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

اس بارے میں سب سے پہلا تحریر شدہ آئین میثاق مدینہ کی صورت میں ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتب فرمایا تھا، جس میں مدینہ کے مسلمانوں اور یہودی اقوام کو تمام امور میں آزادی دی گئی، یہودیوں کو علیحدہ عدالتی نظام دیا گیا، اس کے علاوہ انہیں ان کے مذہب، عقائد، تجارت اور حصول علم میں آزادی کا تحفظ دیا گیا تھا، یہ دستور نہ صرف ضبط تحریر میں لایا گیا تھا بلکہ عملی طور پر اس کا نفاذ بھی ہوا تھا۔

میثاق مدینہ کے بعد دوسرا معاہدہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا، ان کو جو حقوق دیے گئے ان کی تفصیل یہ ہے:

> ’’نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی مورتیں اللہ کی امان اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت میں ہیں۔ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی نہ ان کی مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کلیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا، ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی، نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ اسلامی فوج ان کی زمین کو پامال کرے گی، ان میں سے جو شخص اپنے حق کا مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا، نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا، ان میں سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے۔اس صحیفہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے ایفا کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے یہاں تک کہ اس بارے میں اللہ کا کوئی دوسرا حکم نازل ہو۔ جب تک وہ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط طے کی گئی ہیں ہم ان کی پابندی کریں گے ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔‘‘(۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معاہدات میں غیر مسلم عوام کو عطا کردہ حقوق اپنی وسعت و جامعیت کے لحاظ سے دور جدید کے تمام بنیادی حقوق کا احاطہ کرتے ہیں۔فقہائے اسلام نے ان ہی کی روشنی میں غیر مسلم رعایا کے حقوق کی تفصیل مرتب فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

زندگی کا حق:

اسلامی شرع میں ذمی و معاہد کا خون مسلمانوں کے خون کے مساوی ہوتا ہے۔کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کرے تو وہ قصاص کا مستوجب ہوتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کر دیا تو

آپؐ نے اس قاتل سے قصاص کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَنا احق من وفی بذمته(۱۰) ''میں اپنے ذمہ کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔''

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔حضرت عمرؓ کے حکم سے قاتل کو مقتول کے ورثا کے سپرد کیا گیا اور انہوں نے اسے بدلہ میں قتل کر دیا۔''(۱۱)

یہ روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی قانون میں ذمی کے قتل کا قصاص یا کم از کم دیت ضرور دلائی جاتی ہے۔دار قطنی میں تصریح ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ذمی یہودی اور نصرانی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر قرار دیتے تھے:

ان ابا بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما کانا یجعلان دیة الیهودی و النصرانی اذا کان المعاهدین دیة الحر المسلم(۱۲)

''چنانچہ فقہا کے نزدیک اگر مسلمان کسی ذمی کو بلاارادہ قتل کر دے تو اس کی دیت بھی وہی ہوگی جو کسی مسلمان کو خطاً قتل کرنے سے لازم آتی ہے کیونکہ جب اسلامی حکومت نے انہیں اپنی ذمہ داری میں لیا ہے تو اب اس کا فرض ہے کہ ان کے جان و مال کی حفاظت کرے۔''

ابوبکر حداد لکھتے ہیں:

وموجب ذلک الکفارة والدیة علی العاقلة و تجب الدیة فی ثلث سنین وسواء قتل مسلماً و ذمیا فی وجوب الدیة و الکفارة(۱۳)

''یہ کفارہ (قتل خطا) اور دیت عاقلہ (قاتل کے خاندان اور قریبی رہائشی پذیر لوگوں) پر واجب ہوں گے اور دیت تین سال کے عرصے میں ادا کرنا ضروری ہے۔وجوب دیت اور کفارہ مسلمان اور ذمی دونوں کے قتل میں برابر ہے۔''

اور درمختار میں ہے:

وتجب الدیةعلیه اذا قتله خطاً(۱۴)

''اور اس (مسلم قاتل) پر دیت واجب ہوگی جب کہ وہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے۔''

آزادی کی حفاظت:

اسلامی شرع میں کسی شخص کی آزادی بلاوجہ صلب نہیں کی جا سکتی اس بارے میں حضرت عمرؓ کا فرمان ہے

واللہ لایوسر رجل فی الاسلام بغیر عدل(۱۵)

''اسلام میں کسی شخص کو ناحق قید کرنے کی اجازت نہیں۔''

حضرت عمرؓ نے مسلم و غیر مسلم عوام سب کی آزادی کے تحفظ کے متعلق ایک عمومی نوعیت کا اصول ارشاد

فرمایا ہے۔پھر خاص کر غیر مسلم عوام کے متعلق فقہاء نے تصریح فرمائی ہے مثلاً عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

"وھی محکمومة بقو اعدالشرعیة لایمکنھاان تمدید ھا الی الذمی فتقبض علیه اوتحبسه اوتعاقبه بغیر وجه حق مالم یصد رعنه مایستوجب ذالک(۱۶)

"اور وہ (اسلامی ریاست) قواعد شرعیہ کی پابند ہے اس کے لیے ذمی پر دست درازی جائز نہیں کہ اس پر بدون کسی قابل سزا ارتکاب جرم کے کوئی پابندی لگائے یا قید کرے یا کوئی اورسزا دے۔"

اسلامی حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو ہر طرح کے ظلم و زیادتی سے تحفظ فراہم کرے۔اس کے متعلق عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

لان المسلمین حین اعطوھم الذمة فقد التزموادفع الظلم عنھم وھم صاروامن دارالاسلام(۱۷)

"جب مسلمانوں نے ان کا ذمی بننا قبول کرلیا تو ان پر لازم ہے کہ ان سے ظلم کا دفاع کریں کیونکہ اب وہ دارالاسلام کے باشندے ہوگئے ہیں۔"

اندرون ملک ان کی حفاظت کے علاوہ اسلامی حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ انہیں خارجی طاقتوں کے ظلم وستم سے بھی بچائے۔

"اہل ذمہ کی حفاظت کرنا ملت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔اندرونی اور خارجی طاقتوں کے ظلم سے بچانے کے لیے اہل ذمہ کی حمایت سے وہ توقف نہ کرے، اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی غیر مسلم رعایا کے کہیں بیرون ملک قید ہوجانے کی صورت میں اپنے وسائل بروے کار لاکر انہیں رہائی دلائے۔"(۱۸)

امام ابواللیث فرماتے ہیں:

اری ان یفدوھم من بیت المال المسلمین و یقروا علی ذمتھم(۱۹)

"جب ذمی کسی دشمن کے قیدی بن جائیں تو اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ بیت المال سے فدیہ دے کر انہیں آزاد کرائے اوران کے ذمہ کو باقی رکھے۔"

مال وجائیداد کا تحفظ:

اہل الذمہ کے مال وجائیداد کا تحفظ بھی اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں شام کے گورنر ابوعبیدہ بن جراح کو تحریر فرمایا تھا:

ان منع المسلمین من ظلمھم والاضرار بھم واکل اموالھم الابحقھا(۲۰)

"مسلمانوں کو ان پر ظلم کرنے اورانہیں نقصان پہچانے اوران کے اموال ناحق کھانے سے باز رکھو۔"

اس لیے اسلامی شرع میں ذمیوں کے متعلق یہ تصریح ہے:

لا یکلفوا فوق طاقتھم لا یوخذ من اموالھم الا بالحق یجب علیھم(۲۱)

''ان کی طاقت سے بڑھ کر انہیں تکلف نہ دی جائے، اور ان پر واجب حق کے علاوہ ان سے مال نہ لیا جائے۔''

علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں:

فمن سرق مال ذمی فقطعت یدہ(۲۲)

''جس نے کسی ذمی کا مال چرایا تو اس کا ہاتھ (حد سرقہ کے طور پر) کاٹا جائے گا۔''

اسلامی شرع میں مسلمانوں کی لیے شراب اور خنزیر مال کے زمرے میں نہیں آتے جب کہ غیر مسلموں کے ہاں یہ چیزیں مال شمار ہوتی ہیں۔لہٰذا اسلام نے ذمیوں کے لیے انہیں مال تسلیم کیا ہے اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کے شراب وخنزیر کو تلف کردے تو اس کے ذمہ اس کا تاوان واجب الادا ہوگا۔درمختار میں ہے:

ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ و خنزیرہ اذا اتلفہ(۲۳)

ذمیوں کو معاشی جدوجہد میں بھی مسلمانون کے برابر آزادی حاصل ہے، یعنی تجارت کے جو طریقے مسلمانون کو جائز ہیں وہ ان کے لیے بھی جائز ہیں اور جو شکلیں مسلمانون پر حرام ہیں وہ ان کے لیے بھی ممنوع ہیں بلکہ ان کو دو چیزوں یعنی شراب اور خنزیر میں استثناء حاصل ہے، لہٰذا مسلمانوں کو ان کے اس حق کا احترام لازم ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

لا یجوز بین اھل الذمۃ شیء من بیوع الصرف والسلم وغیرھا الا ما یجوز بین اھل الاسلام ما خلا الخمر و الخنزیر(۲۴)

''ذمیوں کے لیے تجارت کی کوئی قسم جائز نہ ہوگی مگر وہ جو مسلمانوں کے لیے جائز ہے سوائے شراب اور خنزیر کے۔''

مفتوحہ علاقوں کی ملکیت:

عقد ذمہ قائم ہوجانے کے بعد اہل الذمہ اپنی زمینوں کے بدستور مالک رہتے ہیں، ان کی یہ ملکیت بعد از وفات ان کے ورثا کو منتقل ہوتی ہے انہیں اپنی املاک میں بیع، ہبہ اور رہن وغیرہ تصرفات کے حقوق حاصل ہوتے ہیں، اس بارے میں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں کافی بحث ومباحثہ کے بعد متفقہ طور پر فیصلہ ہوا کہ یہ زمینیں ذمیوں کے پاس انہی کی ملکیت میں رہیں گی۔حضرت عمرؓ نے فرمایا:

وقد رأیت ان احبس الارضین بعلوجھا ان واضع علیھم الخراج و فی رقابھم الجزیۃ یؤدونھا فیکون فیئاً للمسلمین للمقاتلۃ والذریۃ ولمن باقی من بعد ھم،

ای قولہٗ، وھی ملک لھم یتوارثونھا ویتبایعون ویضع علیھم الخراج ولا یکلفوا من ذالک مالا یطیقون(۲۵)

''میں نے فیصلہ کیا کہ میں ان کی زمینوں کو ان کے کفر کی وجہ سے ضبط نہ کروں بلکہ ان کی زمینوں پر خراج اور ان کی ذات پر جزیہ مقرر کردوں جو زمیوں کو ادا کرنا ہوگا، یہ مال مسلمانوں کے لیے فئی ہوگا مقتولین کی اس اولاد کے لیے جو ان کے بعد باقی رہی ہے۔یعنی حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ ''یہ زمین اُن کی ملکیت ہے، یہ اس کے وارث ہوں گے یہ اسے فروخت کر سکتے ہیں، ان پر خراج ہے اور وہ ایسی چیز کے مکلّف نہیں ہوں گے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔''

تحفظ ملت و مذہب:

اسلام میں کسی کو مذہب وعقیدہ کے معاملہ میں مجبور نہیں کیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ... (البقرۃ:۲۵۶) ''دین میں کوئی جبر نہیں۔''

دوسرا ارشاد ہے:

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَο (یونس:۹۹)

''کیا آپؐ لوگوں کو مجبور کریں گے تا کہ وہ ایمان لائیں''؟

حافظ ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای لا تکرھوا احدا علی الدخول فی دین الاسلام فانہ بین واضح جلی دلائلہ وبراھینہ لا یحتاج الی ان یکرہ احد علی الدخول فیہ(۲۶)

''یعنی کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہ کرو۔اسلام کی حقانیت واضح اور روشن ہوچکی ہے، اس کے دلائل وبراہین بیان ہوچکے ہیں پھر کسی پر جبر کی کوئی ضرورت نہیں۔''

قرآن مجید نے کفار ومشرکین کے دیوتاؤں کی برائی سے روکا ہے چونکہ اس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے اور بلاوجہ کسی کی دل آزاری اسلام کو گوارا نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ... (الانعام:۱۰۸)

''تم لوگ بُرا نہ کہو ان کو جن کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ بُرا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے۔''

اسلام نے سب معاہدین اور اہل الذمہ کو مذہب کے معاملے میں آزاد رکھا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل نجران کے ساتھ معاہدہ میں ان کے مذہب کے متعلق تحریر ہے۔

والنجران وحاشیتهم جوار الله وذمة محمدؐ علی اموالهم وارضیهم وثلتهم وغائبهم وشاهدهم وعبادتهم و بیعهم وملتهم...الی آخر (۲۷)

’’نجران اور اس کے حلقے کے لوگ اللہ کے جوار اور محمدؐ کی ذمہ داری میں ہیں ان کی جانوں، اموال، زمینوں، مذہب، حاضر و غائب، گرجوں اور مملوکات کی حفاظت کی جائے گی۔‘‘

عہد صدیقی میں حیرہ کی فتح پر حضرت خالد بن ولید نے اہل حیرہ سے جو معاہدہ کیا اس میں مذہب کے متعلق درج ہے:

لایهدم لهم بیعة ولا کنیسة ولا یمنعون من ضرب النواقیس ولا اخراج صلبا نهم فی یوم عید هم (۲۸)

’’نہ ان کی خانقاہیں اور گرجے ڈھائے جائیں گے اور نہ ان کے عید کے دن ان کو ناقوس بجانے اور صلیبیں نکالنے سے روکا جائے گا۔‘‘

حضرت عمرؓ نے اہل ایلیا کو جو امان نامہ عطا فرمایا اس میں مذہب کے متعلق مرقوم ہے:

اعطاهم اماناً لانفسهم واموا لهم ولکنا ئسهم وصلبا نهم سقیمها وبر ئیها وسائر ملتها انه لا تسکن کنا ئسهم ولاتهدم... الی آخر (۲۹)

’’یہ امان ان کے جان و مال، گرجا وصلیب، تندرست و بیمار اور ان کے تمام مذاہب کے لیے ہے، ان کے گرجوں میں نہ سکونت اختیار کی جائے گی اور نہ وہ گرائے جائیں گے۔‘‘

خلافت راشدہ کے زمانے میں جس قدر فتوحات ہوئیں مفتوح اقوام کے ساتھ کیے گئے تمام معاہدوں میں ان کے مذاہب وشرائع کے تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی مثلاً ماہ دینار کے صلح نامہ میں مرقوم ہے:

الامان علی انفسهم و اموالهم وارضهم لا یغیرون عن ملة ولا یحال بینهم و بین شرائعهم (۳۰)

’’ان کے جان و مال اور زمین کے لیے امان ہے، ان کو مذہب سے نہ ہٹایا جائے گا اور نہ ان کے مذہبی امور میں مداخلت کی جائے گی۔‘‘

قومس کے معاہدہ میں لکھا ہے:

الامان علی انفسهم و مللهم و اموالهم علی ان یودوا الجزیة عن ید عن کل حالم بقدر طاقته (۳۱)

’’ان کی جانوں، مذاہب اور اموال کے لیے امان ہے بشرطیکہ ان کا ہر بالغ اپنی استطاعت کے مطابق جزیہ ادا کرے۔‘‘

جُرجان کے معاہدہ میں درج ہے:

ولهم الامان علی انفسهم و اموالهم و مللهم و شرائعهم ولا یغیر شیء من ذلک(۳۲)

''ان کے جان و مال اور مذہب وشریعت کے لیے امان ہے، ان میں سے کسی چیز میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔''

آذربائیجان کے معاہدہ میں مرقوم ہے:

الامان علی انفسهم ومللهم و شرائعهم(۳۳)

''ان کی جانوں، ومذاہب اور شرائع کے لیے امان ہے۔''

عبداللہ بن عباسؓ سے ذمیوں کے مذہبی حقوق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ''جن شہروں کو مسلمانوں نے بسایا ہو ان میں ذمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ نئے معابد اور کنائس تعمیر کریں یا ناقوس بجائیں یا اعلانیہ شراب اور سور کا گوشت بیچیں، باقی رہے وہ شہر جو عجمیوں (ذمیوں) کے آباد کردہ ہیں اور جن کو اللہ نے مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح کیا ہے اور نہوں نے مسلمانوں کی اطاعت کر لی ہے تو عجم (ذمیوں) کے لیے وہی حقوق ہیں جو ان کے معاہدوں میں طے ہو جائیں، مسلمانوں پر ان کا ادا کرنا لازم ہے(۳۴)۔ان کے مذہبی حقوق کے متعلق علامہ کاسانی نے لکھا ہے:

''جو بستیاں امصار المسلمین میں سے نہیں ان میں ذمیوں کو شراب وخنزیر بیچنے اور صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہ روکا جائے گا خواہ وہاں مسلمانوں کی کتنی ہی کثیر تعداد رہتی ہو البتہ یہ افعال امصار المسلمین میں ناپسندیدہ ہیں یعنی ان شہروں میں جنھیں جمعہ وعیدین اور اقامت حدود کے لیے مخصوص کیا گیا ہو۔''

آگے لکھتے ہیں:

''امصار المسلمین میں ذمیوں کے جو قدیم معابد ہیں ان سے تعارض نہیں کیا جا سکتا، اگر وہ ٹوٹ جائیں تو انہیں اسی جگہ دوبارہ بنانے کا حق ہے لیکن نئے معابد بنانے کا حق نہیں، رہے وہ مقامات جو امصار المسلمین نہیں ہیں تو ان میں ذمیوں کو نئے معابد بنانے کی بھی عام اجازت ہے، اسی طرح جو مقامات اب مصر نہ رہے ہوں یعنی امام نے ان کو ترک کر کے وہاں اقامت جمعہ وعیدین اور اقامت حدود کا سلسلہ بند کر دیا ہو ان میں بھی ذمیوں کو نئے معابد کی تعمیر اور اپنے شعائر کے اظہار کا حق حاصل ہے۔''(۳۵)

ذمیوں کے معابد کے اخراجات کی خاطر انہیں وقف کی سہولت بھی دی جاتی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی ذمیوں کو یہ سہولت فراہم کی تھی۔ایک عیسائی مصنف لکھتے ہیں:(۳۶)

حضرت عمرؓ ثانی نے عیسائی کلیساؤں کے لیے دستاویز جاری کیں جنھیں تکنیکی اصطلاح میں وقف کہا جاتا ہے۔

مولانا مودودیؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"امصار المسلمین میں ان کو صرف صلیبوں اور مورتیوں کے جلوس نکالنے اور اعلانیہ ناقوس بجاتے ہوئے بازاروں میں نکلنے کی ممانعت کی گئی ہے ورنہ اپنے قدیم معابد کے اندر رہ کر وہ تمام شعائر کا اظہار کر سکتے ہیں۔حکومت اسلامیہ اس میں دخل نہ دے گی۔" (۳۷)

شخصی معاملات میں آزادی:

ذمیوں کے شخصی معاملات (Personal Law) میں اسلامی شرع انہیں اپنے مذہب وملت کے مطابق فیصلے کرانے کی اجازت دیتی ہے، اس بارے میں ان پر اسلامی قانون لاگو نہیں ہوتا، بہت سے احکام ایسے ہیں جو مسلمانوں پر تولاگو ہوتے ہیں مگر غیر مسلم ان سے مستثنیٰ ہیں مثلاً غیر مسلموں میں بلا مہر نکاح، بغیر گواہوں کے نکاح اور زمانہ عدت کے اندر عورت کا نکاح ثانی، اسی طرح محرمات کے ساتھ نکاح کرنا وغیرہ اگر ان کے ہاں جائز ہوں تو اسلامی قانون اس میں مداخلت نہیں کرتا بلکہ انہیں اپنے مذہب پر آزاد چھوڑتا ہے۔خلفائے راشدین اور اس کے بعد کے دور میں اسی اصول پر عمل جاری رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس بارے میں حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا، کیا بات ہے کہ خلفائے راشدین نے ذمیوں کو محرمات کے ساتھ نکاح کرنے اور شراب وخنزیر کے معاملے میں آزاد چھوڑ دیا تھا؟ حضرت حسن بصریؒ نے جواب دیا:

"انما بذلوا الجزیة لیترکوا وما یعتقدون وانما انت متبع و لیس بمبتدع والسلام(۳۸)

"انہوں نے جزیہ دینا اسی لیے تو قبول کیا ہے کہ انہیں ان کے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی آزادی دی جائے، آپ کا کام گزشتہ طریقے کی پیروی کرنا ہے نہ کہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا، والسلام۔"

فوجداری قانون میں مساوات:

عدل کے متعلق ارشادالٰہی ہے:

وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ... (النساء:۵۸)

"اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو۔"

یعنی تمام انسانوں میں بلا امتیاز مذہب وعقیدہ عدل وانصاف کا حکم ہے۔مسلم وذمی کی کوئی تفریق نہیں حتیٰ کہ دشمنوں سے بھی عدل پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی... (المائدۃ:۸)

"اور تمھیں کسی قوم کی دشمنی اس پر ہرگز آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو عدل کیا کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔"

اسلام میں تعزیرات کا قانون مسلم اور ذمی دونوں کے لیے یکساں ہے، یعنی جرائم پر جو سزا کسی مسلمان کے لیے مقرر ہے وہی ذمی کو بھی دی جائے گی، مثلاً چوری، زنا، قذف وغیرہ جرائم پر مسلمان کے لیے جو سزا مقرر ہے وہی سزا ذمی کے لیے بھی ہے، اس سے زیادہ نہیں۔تاریخ اسلام میں ذمیوں کے ساتھ عملاً مساویانہ برتاؤ کیا جاتا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں والی مصر عمرو بن العاص کے بیٹے محمد نے ایک قبطی کے لڑکے کو ناحق کوڑے مارے تھے، اس نے حضرت عمرؓ کے دربار میں شکایت کی تو آپ نے مصر کے گورنر اور اس کے بیٹے کو بلا کر ان سے قصاص لیا۔(۳۹)

اسلام نے ذمیوں سے عدالت کے برتاؤ میں بھی مساوات کو ضروری قرار دیا ہے۔حضرت عمرؓ نے اس بارے میں یمن کے قاضی ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ تاکید فرمائی تھی:

آس بین الناس فی وجھک ومجلسک وقضائک(۴۰)

''اپنے روبرو اپنی نشست اور اپنے فیصلوں میں لوگوں کے درمیان ہمدردانہ برتاؤ کیا کرو۔''

شرعی حدود کے نفاذ میں بھی مسلمان اور ذمی یکساں درجہ کے حامل ہیں، مثلاً چوری کے جرم میں شرعی سزا یعنی قطع ید مسلم و ذمی دونوں کے لیے یکساں ہے۔اس میں کوئی تفریق نہیں۔درمختار میں ہے:

وباعتبار القطع اخذ المکلف و لو انثٰی اوعبداً او کافراً(۴۱)

''قطع ید میں مکلّف کو پکڑا جائے گا اگر چہ وہ عورت یا غلام یا کافر ہو۔''

حد قذف کا بھی یہی حال ہے کہ اگر کوئی ذمی کسی مسلمان پر تہمت زنا لگائے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی۔درمختار میں ہے:

ویحد الحر او العبد و لو ذمیاً او امراۃً(۴۲)

''اور حد مارا جائے گا آزاد ہو یا غلام، اور اگر چہ وہ ذمی ہو یا عورت ہو۔''

جملہ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ **"والذین یرمون المحصنات"** میں جو ارشاد فرمایا ہے وہ عام ہے اور کافر (غیر مسلم) اس کے تحت آتے ہیں۔کیونکہ اسم موصول (والذین) یعنی ''جو لوگ'' میں کافر شامل ہیں اور انہیں اس حکم کے تحت لانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی عیسائی یا یہودی کسی مسلمان پر تہمت لگائے تو اسے بھی مسلمان کی طرح اسی (۸۰) درے لگائے جائیں گے۔(۴۳)

اور زنا میں غیر محصن (غیر شادی شدہ) کی سزا میں کوئی اختلاف نہیں۔چنانچہ مسلم غیر محصن اور غیر مسلم غیر محصن کی سزا ایک ہی یعنی کوڑے مارنا ہے البتہ زانی محصن میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ ذمی کو زانی محصن کی سزا رجم نہیں دی جائے گی محصن کی شرائط میں سے ایک شرط اسلام بھی ہے اس لیے ذمی کو محصن قرار دینا درست نہیں اس لیے ہر صورت میں اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی جبکہ مسلم محصن کی سزا رجم ہے۔امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی رائے یہ ہے کہ اسلام احصان کی شرط نہیں ہے اس لیے ذمی محصن کو مسلمان کی طرح رجم کیا جائے گا۔(۴۴)

حاصل یہ کہ شرعی حدود سب کے لیے یکساں ہیں۔مسلم و ذمی میں کوئی تفریق نہیں۔علامہ زیلعی نے اس بارے میں تحریر فرمایا ہے:

قال ابو یو سف یجب علیه جمیع الحدود الاحد الشرب(۴۵)

''ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ اس (ذمی ومستامن) پر تمام حدود لاگو ہوں گی سوائے شراب کی حد کے۔''

چوں کہ اُن کے مذاہب میں شراب کی اجازت ہے اس لیے اس پر ان سے باز پرس نہیں ہوگی۔

عزت وآبرو کا تحفظ:

جس طرح ایک مسلمان کو تکلیف پہنچانا، اسے گالی دینا اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے، ذمی کو بھی تکلیف پہنچانا، مارنا پیٹنا، گالی دینا یا اس کی غیبت کرنا ناجائز ہے۔غیبت کے متعلق درمختار کی عبارت ہے:

ویجب کف الاذی عنه و تحریم غیبته کا لمسلم(۴۶)

''ذمی سے تکلیف کو ہٹانا اسلامی حکومت پر لازم ہے اور اس کی غیبت کرنا مسلم کی غیبت کی طرح حرام ہے۔''

ذمی کو گالی دینے کے متعلق ابن نجیم نے لکھا ہے:

ان المسلم اذا سب الذمی یعزر(۴۷)

''مسلمان جب کسی ذمی کو گالی دے تو اسے سزا دی جائے گی۔''

ذمیوں کو ان کے منہ پر کافرو بے دین وغیرہ الفاظ کہنے سے تکلیف ہوتی ہو تو مسلمانوں کو اجازت نہیں کہ انہیں ایسے القابات سے تکلیف پہنچائیں، ایسا کرنے سے وہ گناہ گار ہوں گے۔ابن نجیم لکھتے ہیں:

ولوقال الذمی یا کافر یاثم ان شق علیه(۴۸)

''اگر ذمی کو کافر کہنے سے تکلیف ہوتی ہو تو اسے ان الفاظ سے پکارنا گناہ ہے۔''

اور گناہ کا مرتکب سزا پائے گا۔درمختار کی عبارت ہے:

انه یعزر لارتکاب الاثم(۴۹)

''بلاشبہ اسے سزا دی جائے گی اس گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے۔''

ذمی پر تہمت زنا کے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ ''جو ذمی کو قذف کرے گا قیامت کے دن اس پر حد پڑے گی آگ کے کوڑوں کی'' (۵۰) ذمی قاذف پر امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک قذف کی حد نافذ ہوگی جبکہ حنفیہ کے نزدیک غیر محصنہ پر قذف کی پاداش میں اگرچہ حد کا اطلاق نہ ہوگا مگر سخت تعزیر ضرور لاگو ہوگی۔درمختار میں ہے:

وکذا بقذف کافر و کل من لیس بمحصن بزنا و یبلغ به غایة(۵۱)

"اور اسی طرح کافر کے قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذفِ زنا سے اور ان امور مذکورہ میں تعزیر کی منتہا کو پہنچانا چاہیے (یعنی انتالیس کوڑے مارے جائیں)۔"

اور جہاں تک زنا کا تعلق ہے تو مسلمانوں کو ذمی عورتیں تو درکنار اہلِ حرب کی عورتوں سے بھی زنا کی اجازت نہیں۔درمختار میں اہل حرب کے مسلم قیدی کے متعلق لکھا ہے:

فانه یجوز اخذ المال و قتل النفس دون استباحة الفرج(۵۲)

"مسلم مقید کو جائز ہے حربیوں کا مال لینا اور جان کا قتل کرنا سوائے استباحت شرم گاہ کے۔"

یعنی ایک مسلمان کو اپنی زوجہ یا لونڈی کے علاوہ کسی بھی عورت سے جنسی تعلق حرام ہے حکم عدولی کی صورت میں وہ زنا کی سزا کا مستوجب ہوگا ارشاد ربانی ہے:

وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ۚ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ (المومنون:۵۔۷)

"اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں کہ (ان سے مباشرت کرنے سے) انہیں ملامت نہیں، اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ حد سے نکل جانے والے ہیں۔"

مالی امداد: ذمی اگر معاشی طور پر محتاج ہو جائے تو اس سے نہ صرف جزیہ موقوف ہوگا بلکہ اس کی معاشی کفالت بھی اسلامی حکومت کے ذمہ ہو جاتی ہے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمیوں کو کفارہ، نذر، صدقہ فطر اور قربانی کے گوشت سے دینا جائز ہے۔(۵۳)

حق شفعہ: ذمی آپس میں اور مسلمانوں کے خلاف مدعی حق شفعہ بھی ہو سکتے ہیں،(۵۴)

عقد ذمہ سے خارج ہونے کا حق:

عقد ذمہ مسلمانوں کے لیے ابدی حیثیت رکھتا ہے یعنی وہ ایک دفعہ قبول کرنے کے بعد اسے توڑ نہیں سکتے، جب کہ ذمیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہیں اسے توڑ کر مسلمانوں کے ذمہ سے نکل سکتے ہیں،کوئی ذمی خواہ کتنے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے اس کا عقد ذمہ متاثر نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ جزیہ کی ادائیگی بند کر دے، کسی مسلمان کو قتل کر دے، کسی مسلمان عورت کی آبروریزی کا مرتکب ہو یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے، ان جرائم کے ارتکاب پر وہ قانون کے مطابق سزا پائے گا لیکن ذمہ سے خارج نہیں ہوگا، اس کا عقد ذمہ تین امور میں سے کسی ایک امر پر ٹوٹ سکتا ہے۔ایک تو یہ کہ ذمی اسلام قبول کرے، دوسرا امر یہ کہ وہ دارالحرب سے جا ملے، تیسرا امر یہ کہ وہ کسی علاقے پر غلبہ حاصل کر کے مسلمانوں سے قتال شروع کر دیں(۵۵)۔اس کے متعلق درمختار میں ہے۔

لان عقد الذمة لا ینقض (۵۶) ''عقد ذمہ بعد منعقد ہونے کے منقوض نہیں ہوتا۔''

بدائع الصنائع میں مرقوم ہے:

''اگر ذمی جزیہ دینا بند کردے تو اسکا عہد ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ عدم ادائیگی کے لیے ایک بہانہ موجود ہے یعنی عدم موجودگی (مال) اور اسی طرح وہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اس کا عقد ذمہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس کا گالی دینا اپنے کفر پر اضافہ ہے، جب ایک کفر کی موجودگی میں عقد ذمہ قائم ہوسکتا ہے تو اس کفر میں اضافے سے بھی اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، البتہ اپنے جرم کی سزا ضرور پائے گا۔'' (۵۷)

ذمیوں پر پابندیاں:

ذمیوں پر شعائر اسلام کا احترام اور کچھ دیگر امور کی پابندی واجب ہے ان میں سے بعض کی خلاف ورزی پر ان کا عقد ذمہ ٹوٹ سکتا ہے، مثلاً:

۱۔ ذمی کتاب اللہ پر طعن یا اس میں تحریف کا ذکر نہ کریں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتکذیب نہ کریں۔

۳۔ اسلام کی برائی اور اس پر اعتراض نہ کریں۔

۴۔ ذمی کسی مسلمان عورت سے نکاح نہیں کرسکتا اور نہ ہی بغیر نکاح جنسی تعلق قائم کرسکتا ہے۔

۵۔ کسی مسلمان کو دین اسلام سے برگشتہ نہ کریں اور نہ مسلمانوں کے جان ومال کو نقصان پہنچائیں۔

۶۔ اہل حرب سے ساز باز نہ رکھیں اور نہ ان کی اعانت وامداد کریں اور نہ ان کے لیے مسلمانوں کی جاسوسی کریں۔ (۵۸)

ان امور کا ارتکاب چونکہ دین اسلام کی بالادستی واحترام کے منافی ہے اس لیے ذمیوں کے لیے ان شرائط کی پابندی لازمی ہے، ان کے علاوہ بھی کچھ شرائط کی پابندی ان پر ضروری ہے مگر ان کی خلاف ورزی سے عقد ذمہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً:

۱۔ اہل ذمہ اپنا لباس ووضع مسلمانوں کے لباس و وضع سے الگ رکھیں تاکہ ان میں اور مسلمانوں میں امتیاز قائم رہے اس لیے وہ اپنا زنار (مذہبی نشان) پہنا کریں۔ (فی الحال ایسی کوئی پابندی نہیں ہے، مدیر)

۲۔ اپنی عمارتیں مسلمانوں کی عمارتوں سے زیادہ بلند نہ کریں، زیادہ سے زیادہ مساوی رکھیں۔ (فی الحال ایسی کوئی پابندی نہیں ہے، مدیر)

۳۔ اپنے ناقوس اور مذہبی کتابوں کی آواز مسلمانوں کو نہ سنائیں۔ (انٹرنیٹ پر ایسی چیزیں ہیں، مسلمان چاہے تو سن سکتا ہے۔ اسے سننے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، مدیر)

۴۔ اپنے مردوں کو خاموشی کے ساتھ لے جائیں، (راستے میں) شور وشغب یا نوحہ وغیرہ نہ کریں۔

۵۔ علی الاعلان شراب نہ پئیں اور نہ (مسلم اکثریتی علاقوں میں) صلیبی نشان کا اظہار کریں۔

۶۔ عمدہ اور اصیل گھوڑوں پر سوار نہ ہوں، خچروں اور گدھوں پر سوار ہو سکتے ہیں (۵۹)۔ (فی الحال ایسی کوئی شرط نہیں ہے، مدیر)

ان امور کی خلاف ورزی سے نقضِ عہد تو لازم نہیں آئے گا البتہ مواخذہ ہو سکتا ہے۔ اہل ذمہ کے لیے لباس اور وضع الگ رکھنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں انہیں مسلمانوں کی مشابہت سے روکا گیا ہے کیونکہ اس تشابہ میں کئی قباحتیں ہیں جس کے باعث یہ پابندی لگائی گئی۔ بدائع الصنائع میں تحریر ہے۔

ان اھل الذمہ یو خذون باظھار علامات یعرفون بھا ولا یترکون یتشبھون بالمسلمین فی لبا سھم(۶۰)

''اہل ذمہ کو ایسی علامات رکھنے کا پابند کیا جائے گا جن سے وہ پہچانے جائیں اور ان کو لباس میں مسلمانوں کے مشابہ بننے سے روکا جائے گا۔'' (یہ قابلِ اجتہاد امور ہیں جن میں عصرِ حاضر کے فقہاء اپنے حالات کے مطابق اجتہادی آرا رکھ سکتے ہیں)۔

ذمیوں کے لیے اگر چہ شرعی طور پر لباس کی پابندی لگائی گئی ہے مگر عام طور پر اس بارے میں نرم برتاؤ رہا ہے، وہ لوگ اپنی پسند کا لباس بھی استعمال کرتے رہے ہیں۔ مشہور عیسائی شاعر: الاخطل متوفی ۵۹ھ ریشمی لباس پہنا کرتا تھا، سونے کی صلیب گلے میں لٹکاتا، گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد کے دروازے تک جاتا اور خلیفہ کے حضور پیش ہوتا تھا،

The christian poet Al Akhtal wore silk,with a gold cross round his neck,and rode to the gate of a mosque on a horse and in this guise he came into the presence of the caliph.(۶۱)

جہاں تک ذمیوں کے مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کی ممانعت کا تعلق ہے۔ اس پر غیر مسلم بہت اعتراض کرتے ہیں۔ اس کا جواب مولانا مودودی صاحب نے کچھ یوں دیا ہے:

''جہاں تک غیر مسلموں کی تبلیغ کا معاملہ ہے اس کے بارے میں یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک ہم بالکل خودکشی کے لیے تیار نہ ہو جائیں ہمیں یہ حماقت نہیں کرنی چاہیے کہ اپنے ملک کے اندر ایک طاقتور اقلیت پیدا ہونے دیں جو غیر ملکی سرمایہ سے پرورش پائے اور بڑھے جس کی پشت پناہی بیرونی حکومتیں کر کے ہمارے لیے وہی مشکلات پیدا کریں جو ایک مدت دراز تک ترکی کے لیے عیسائی اقلیتیں پیدا کرتی رہی ہیں۔'' (۶۲)

اسلام اگر چہ رواداری کا حامل دین ہے اس لیے ذمیوں کو اپنی مملکت میں تمام بنیادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے مگر ان کی مذہبی تبلیغ و اشاعت سے خود امت مسلمہ کی بقا خطرے میں پڑ جاتی ہے اس لیے انہیں اس بات کی اجازت نہیں ہے۔

خلاصہ بحث:

حاصل یہ کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم آبادی کو تمام بنیادی حقوق حاصل ہوتے ہیں، ان کے ساتھ مذہبی

رواداری برتی جاتی ہے اور انہیں جملہ مذہبی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ذمی اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت کر سکتے ہیں، اپنی مذہبی عبادات و رسوم کی ادائیگی میں آزاد ہوتے ہیں، اپنے علاقوں میں مذہبی تہوار منا سکتے ہیں، انہیں خنزیر اور شراب کے استعمال اور خرید و فروخت کی اجازت ہوتی ہے، وہ اپنی شرائع کے مطابق شادی بیاہ کر سکتے ہیں۔ ذمیوں کے جان و مال کی حرمت مسلمانوں کے جان و مال کی طرح ہوتی ہے۔ جنھیں نقصان پہنچانے والا سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ ان کی عزت و عصمت بھی محفوظ ہوتی ہیں جنھیں ضرر پہنچانے پر مجرم قانون کی گرفت میں آتا ہے۔ ذمیوں کے ساتھ عدالتی قضیوں میں بے لاگ انصاف کرنے کا حکم ہے، انہیں آپس کے دیوانی مقدمات اپنی شرائع کے مطابق تصفیہ کرانے کا بھی حق حاصل ہے۔ ذمیوں کو اپنی جائداد پر مکمل حق ملکیت حاصل ہوتا ہے، یہ اقتصادی امور مثلاً زراعت، تجارت وغیرہ میں مسلمانوں کی طرح آزاد ہوتے ہیں۔

مراجع وحواشی

(۱) الکاسانی علاؤ الدین ابوبکر، بدائع الصنائع، لاہور۔ مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ، ۱۹۹۳ء، ۷/ ۲۶۸

(۲) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، لاہور، اسلامی پبلی کیشنز، ص: ۴۸۳، ۱۹۸۱ء

(۳) سلیمان بن اشعث، السنن، باب فی تعشیر اہل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارۃ، ۲/ ۵۱۷ (۴) ایضاً ۲/ ۵۱۸

(۵) احمد بن حنبل۔ مُسند احمد۔ بیروت، دارالفکر، ۴/ ۹۰ (۶) ابو یوسف، امام کتاب الخراج، پشاور، مکتبہ فاروقیہ، ص: ۱۳۵

(۷) الکاسانی علاؤ الدین ابوبکر، بدائع الصنائع، ۷/ ۲۹۲ (۸) ابو یوسف امام، کتاب الخراج ص: ۲۸۵

(۹) بلاذری احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، کراچی، نفیس اکیڈمی، طبع دوم ۱۹۷۰ء، ص: ۱۰۸

(۱۰) بیہقی حسین بن علی، السنن الکبریٰ، بیروت، دارالمعرفہ، ۸/ ۳۰ (۱۱) ایضاً ۸/ ۳۲

(۱۲) الدارالقطنی علی بن عمر، السنن، کتاب الحدود، ملتان، نشر السنہ، ۱۴۲۰ھ ۳/ ۱۵۵

(۱۳) الحداد ابوبکر بن علی، الجوہرالنیر ہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۲/ ۱۹۶

(۱۴) حصکفی محمد علاؤ الدین، الدرالمختار، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۳۹۸ھ، ۲/ ۵۶۵

(۱۵) مالک بن انس امام: موطا، باب: شروط الشاہد کونہ مسلما حرامکلفا عدلا ذا مروۃ

(۱۶) زیدان عبدالکریم، احکام الذمیین والمستامنین، بیروت، مکتبہ القدس، ص ۱۹

(۱۷) ایضاً ص ۸۹ (۱۸) ایضاً ص ۸۹

(۱۹) ابوعبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، باب الحکم فی الرقاب اہل العنوۃ، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۷۶ء، ۲/ ۱۴۵

(۲۰) ابو یوسف امام، کتاب الخراج، ص ۲۸۵ (۲۱) ابو یوسف امام، کتاب الخراج، ص ۲۵۷

(۲۲) القرضاوی محمد یوسف، غیر مسلمین فی مجتمع الاسلامی، بیروت۔ دارالفکر، ص ۱۵

(۲۳) حصکفی محمد علاؤ الدین، الدرالمختار، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۳۹۹ھ ۲/ ۵۶۵

(۲۴) سرخسی شمس الدین، المبسوط، بیروت، دارالمعرفہ، ۱۳/ ۱۳۷ (۲۵) ابو یوسف امام، کتاب الخراج، ص ۷۰

(۲۶) ابن کثیر حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، لاہور، سہیل اکیڈمی ۱۹۷۲ء، ۳۱۰/۱

(۲۷) ابو یوسف امام، کتاب الخراج ص ۱۵۹ (۲۸) ایضاً ص ۲۸۹

(۲۹) طبری محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیروت، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ۲۳۳/۳

(۳۰) ایضاً ۲۲۱/۳ (۳۱) ایضاً ۲۳۲/۳ (۳۲) ایضاً ۲۳۳/۳ (۳۳) ایضاً ۲۳۵/۳

(۳۴) ابو یوسف امام، کتاب الخراج ص ۲۹۷ (۳۵) الکاسانی، بدائع الصنائع۔ ۲۹۶/۷۔۲۹۷

(۳۶) A.S. Trison, the Caliphs and their Non Muslim Subjects, Frank Cass:A.S.Co.Ltd,1970.p.102

(۳۷) مودودی ابوالاعلی۔ اسلامی ریاست، ص ۵۸۸ (۳۸) سرخسی شمس الدین، المبسوط، بیروت، دار المعرفہ، ۳۹/۵

(۳۹) ابن جوزی، تاریخ عمر بن خطاب، بیروت، دار لرائد العربی۔ ص ۹۳

(۴۰) محمد حسین ہیکل، الفاروق عمر، بیروت، دار المعارف، ۲۰۴/۲

(۴۱) حصکفی محمد علاو الدین، الدر المختار ۸۰۵/۲ (۴۲) ایضاً ۴۵/۴

(۴۳) الجزیری عبد الرحمان: کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ، لاہور، علما اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب، ۲۰۰۶ء، ۵/ ۲۷۵

(۴۴) عودہ عبد القادر: التشریع الجنائی الاسلامی، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء، ۳۴۰/۱

(۴۵) زیلعی عثمان بن علی، تبیین الحقائق، بیروت، دار المعارف، طبع ثانیہ۔ طبع اول، ۱۳۱۳ھ، ۱۸۲/۳

(۴۶) حصکفی محمد علاو الدین، الدر المختار ۲/ ۵۶۵ (۴۷) ابن نجیم زین العابدین، البحر الرائق، کوئٹہ، مکتبہ ماجدیہ، ص ۵۰۹

(۴۸) ابن نجیم زین العابدین، الاشباہ والنظائر، کراچی، میر محمد کتب خانہ ص ۲۵۷

(۴۹) حصکفی محمد علاو الدین، الدر المختار، ۵۰۴/۲ (۵۰) ایضاً، کتاب الحدود، باب القذف، ۲/ ۴۸۳

(۵۱) ایضاً ۲/ ۴۹۸ (۵۲) ایضاً، ۲/ ۵۶۳

(۵۳) الکاسانی، بدائع الصنائع ۸۱/۷ (۵۴) ابن عابدین: رد المختار، کوئٹہ، مکتبہ ماجدیہ، طبعہ ثانیہ ۱۴۰۴ھ، ۵/ ۱۵۵

(۵۵) الکاسانی، بدائع الصنائع، ۷/ ۲۹۵ (۵۶) حصکفی محمد علاو الدین، الدر المختار، ۲/ ۵۶۵

(۵۷) الکاسانی، بدائع الصنائع ۷/ ۲۹۵ (۵۸) کلیبولی عبد الرحمٰن، مجمع الانھر، کوئٹہ، مکتبہ غفاریہ، ۱۹۹۸ء، ۴۸۲/۲

(۵۹) ماوردی علی بن محمد، الاحکام السلطانیہ۔ بیروت، مکتب الاعلام الاسلامی ۱۴۰۶ھ، ۱۴۵/۲

(۶۰) الکاسانی، بدائع الصنائع، ۲۹۵/۷

(۶۱) A.S Trison, The Caliphs and their Non- Muslim Subjects, p.116

(۶۲) مودودی۔ اسلامی ریاست۔ ص ۵۳۵